شب برآت کی شرعی حیثیت

مؤلف

حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمیؒ

(م: ۲۸ر ستمبر ۲۰۱۳ء)

(بانی: مدرسہ سراج العلوم، چھپرہ، ضلع مئو، یوپی)

مرتب

مولانا ضیاء الحق خیرآبادی

FBD

شب برأت کی شرعی حیثیت

مولف

حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمیؒ (م: ۲۸؍ستمبر ۲۰۱۳ء)
(بانی: مدرسہ سراج العلوم، چھپرہ، ضلع مئو یوپی)

مرتب

مولانا ضیاء الحق خیرآبادی

ناشر

مکتبہ ضیاء الکتب، خیرآباد، ضلع مئو (یوپی)
پن کوڈ: 276403 موبائل: 9235327576

تفصیلات

نام کتاب : شب برأت کی شرعی حیثیت
مؤلف : حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی علیہ الرحمہ
مرتب : مولانا ضیاء الحق خیرآبادی
صفحات : 40
طبع اول : ۲۰۰۷ء
طبع دوم : ۲۰۱۵ء
ناشر : مکتبہ ضیاء الکتب، خیرآباد، ضلع مئو (یوپی)
قیمت : 40/=

ملنے کے پتے

☆ فرید بک ڈپو پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی ۲
☆ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
☆ مکتبہ ضیاء الکتب، مدرسہ سراج العلوم چھپرہ ضلع مئو یوپی 9235327576
☆ مکتبۃ الفہیم صدر چوک مئوناتھ بھنجن 9236761926
☆ مولانا محمد خالد قاسمی مکتبہ دارارقم، اسلام آباد (ڈکہا) جون پور 9554983430

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

تمہید	مولانا ضیاء الحق خیر آبادی	۴

☆☆☆☆☆☆☆

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	پندرہویں شعبان کی حدیث	۶
۲	پندرہویں شعبان	۱۱
☆	شب برأت کی شرعی حیثیت	۱۸
☆	تین قاعدے	۲۰
☆	شب برأت سے متعلق احادیث	۲۰
☆	امام منذری کا اصول	۲۳
☆	شیخ ناصر الدین البانی کا فیصلہ	۲۸
☆	مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ مبارکپوری کا ارشاد	۲۹
☆	علامہ ابن رجب حنبلیؒ کا ارشاد	۳۰
☆	امام ابن تیمیہ کا ارشاد	۳۲
☆	ماہ شعبان کی فضیلت	۳۳
۳	خلاصۂ کلام	۳۵
۴	شب برأت میں رسول اللہ ﷺ کا عمل	۳۶

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

شریعت اسلامی نے کچھ خاص اوقات اور جگہوں کی فضیلت بتائی ہے، اور ان میں بطور خاص عبادت ودعاء کا حکم ہے، ان ہی میں سے ایک ماہ شعبان کی پندرہویں رات بھی ہے، جسے ’’**شب برات**‘‘ کہا جاتا ہے۔ خیر القرون یعنی دورِ صحابہ وتابعین وتبع تابعین میں اس رات کی فضیلت سے فائدہ اٹھانے کا اہتمام کیا جاتا رہا ہے، لوگ اس رات میں عبادت کا خصوصی اہتمام کرتے رہے ہیں، اور اب تک یہ سلسلہ جاری وساری ہے، مگر بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ اس رات کی کوئی فضیلت قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے، اور اس رات میں جاگنا اور اس میں عبادت کو باعث اجر وثواب سمجھنا بے اصل بات ہے، بلکہ جو لوگ زیادہ متشدد ہیں وہ تو اسے سرے سے بدعت وضلالت قرار دیتے ہیں، اور ماہ شعبان آتے ہی کارِ ثواب سمجھ اشتہاروں اور پمفلٹوں کے ذریعہ لوگوں کے اذہان وقلوب کو مسموم کرکے ان کے اندر انتشار وافتراق کی تخم ریزی شروع کردیتے ہیں۔ اس صورتحال کی وجہ سے لوگوں کے ذہن میں اس رات کے بارے میں مختلف قسم کے سوالات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

اس موضوع پر استاذ محترم حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی دامت برکاتہم نے متعدد مضامین لکھے، جو مجلّہ المآثر مئو اور ماہنامہ ضیاء الاسلام شیخوپور میں شائع ہوئے، ان میں ماہ شعبان کی پندرہویں رات اور ۱۵؍شعبان کے روزے کی شرعی حیثیت کو احادیث وآثار اور اقوال ائمہ کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے، اب ارادہ ہوا کہ

ان مضامین کو رسالہ کی شکل میں شائع کردیا جائے، تاکہ طالبین حق کے سامنے ایک مستند اور محقق چیز آجائے جو ان کے لئے مشعل راہ ہو۔

اس رسالہ میں چار مضامین ہیں، پہلا مضمون ''پندرہویں شعبان کی حدیث'' محدث کبیر ابوالمآثر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ کا ہے، جو اس رسالہ کی اصل اور اساس ہے، حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی کے مضامین میں اس کا بکثرت حوالہ آیا ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اسی سے رسالہ کا آغاز کیا جائے۔ دوسرا مضمون ''پندرہویں شعبان'' مجلّہ المآثر مئو کا اداریہ ہے۔ تیسرا مضمون جو اس سلسلہ کا سب سے مفصل اور اہم مضمون ہے یعنی ''شب برأت کی شرعی حیثیت'' یہ پہلے مجلّہ المآثر میں شائع ہوا، اس کے بعد ماہنامہ ضیاء الاسلام میں۔ چوتھا مضمون ''شب برأت میں اللہ کے رسول ﷺ کا عمل'' یہ ماہنامہ ضیاء الاسلام میں شائع ہوا تھا۔

باری تعالیٰ اسے امت کے حق میں مفید و نافع بنائیں، اور قبولیت سے نوازیں۔

ضیاء الحق خیرآبادی
مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور، اعظم گڈھ
۲۲؍ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ
۲۹؍اپریل ۲۰۰۸ء سہ شنبہ

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرہویں شعبان کی حدیث

محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ

پندرہویں شعبان کے روزے کے باب میں جو حدیث ابن ماجہ میں آئی ہے، وہ موضوع نہیں ہے، کسی ماہر حدیث عالم نے اس کو موضوع نہیں کہا ہے، **تحفة الاحوذی** کی عبارت سے اس حدیث کے موضوع ہونے پر استدلال کرنا جہالت ہے، اس حدیث کے راویوں میں ابوبکر بن سبرہ ضرور ہے، اس کی نسبت بے شک یہ کہا جاتا ہے کہ وہ حدیثیں بناتا تھا، لیکن اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ زیر بحث حدیث اس کی بنائی ہوئی اور موضوع ہے، محض اس بنیاد پر کہ سند میں کوئی ایسا راوی موجود ہے جو حدیثیں بناتا تھا، کسی حدیث کو موضوع کہہ دینا جائز نہیں ہے، اس سے تو بس اتنا لازم آئے گا کہ حدیث سنداً ضعیف ہے، یہی وجہ ہے کہ جن حضرات نے سنن ابن ماجہ کی موضوع احادیث کی نشاندہی کی ہے، ان میں اس حدیث کا ذکر نہیں ملتا، **ماتمس الیه الحاجة** میں وہ ساری حدیثیں مذکور ہیں، جس کا جی چاہے دیکھ لے۔

اصول حدیث وغیرہ کی مختلف کتابوں میں جگہ جگہ تصریح مل سکتی ہے کہ کسی حدیث کی سند میں کوئی کذاب یا وضاع راوی پایا جائے، تو محض اتنے سے وہ حدیث موضوع نہیں ہو جائے گی، جب تک کہ دوسری کوئی دلیل اس کے موضوع ہونے پر دلالت نہ کرے، مثال کے طور پر **فتح المغیث**، ج:١ص:٢٥١ کو ملاحظہ کیا جائے، امام سخاوی لکھتے ہیں:

”**هٰذا مع أن مجرد تفرد الكذاب بل الوضاع ولو كان بعد الاستقصاء والتفتيش من حافظ متبحر تام الاستقراء غير مستلزم لذٰلک بل لابد معه من إنضمام شئ مما سيأتي** ۔ (محض کسی جھوٹے بلکہ وضاع حدیث کا کسی حدیث میں متفرد ہونا اگر چہ اس کا ثبوت کسی متبحر اور دیدہ ور حافظ حدیث کی تحقیق سے ہو، اس کو (یعنی حدیث کے موضوع ہونے کو) مستلزم نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ کسی اور دلیل کا انضمام بھی ضروری ہے، جس کا ذکر آگے آ رہا ہے)

اسی طرح راوی کو منکر الحدیث اور حدیث کو منکر بھی کہا گیا ہو تب بھی اس کو موضوع کہنا جائز نہیں، حدیث **لا تقولوا سورة البقرة** کو امام احمد نے منکر اور اس کے راوی عبیس کو منکر الحدیث کہا ہے، اس بنا پر ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں داخل کر دیا تو حافظ ابن حجر نے اس پر سخت اعتراض کیا۔

فرماتے ہیں: **أفرط ابن جوزی فی إيراده هٰذا الحديث في الموضوعات، ولم يذكر مستنده إلا قول احمد وتضعيف عبيس وهٰذا لايقتضي الوضع** ۔ (ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات کی قبیل سے شمار کر کے تشدد سے کام لیا ہے، اور دلیل میں سوائے حضرت امام احمد کے قول اور عبیس کی تضعیف کے اور کچھ ذکر نہیں کیا، لیکن یہ بات اس کے موضوع ہونے کو مقتضی نہیں ہے)

سطور بالا سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جس شخص نے یہ بات کہی ہے کہ روایت فضیلت صوم شعبان میں ابوبکر بن عبداللہ راوی واضع الحدیث تھا، اس لئے یہ روایت موضوع ٹھہری، بالکل غلط ہے۔ ایسی جہالت کی بات کوئی عالم نہیں کہہ سکتا، مولانا عبدالرحمٰن مرحوم کیسے ایسی بات کہہ سکتے ہیں، مولانا تو اس حدیث کو پندرہویں رات کی فضیلت کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں، اور اس شخص کے اوپر حجت قائم کرتے ہیں جو یہ کہتا ہے کہ شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت ثابت نہیں۔

تحفۃ الاحوذی کی عبارت بعینہٖ نقل کی جاتی ہے:

”منها حديث علىؓ قال قال رسول الله ﷺ :إذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا يومها(إلىٰ) رواه ابن ماجه وفى سنده ابوبكر بن عبد الله بن سبرة القرشى العامرى المدنى قيل محمد وقد ينسب الىٰ جده رَمَوه بالوضع كذا فى التقريب وقال الذهبى فى الميزان ضعفه البخارى وغيره وروى عبد الله وصالح ابنا احمد عن ابيها قال كان يضع الحديث وقال النسائى متروك انتهىٰ

فهٰذه الاحاديث بمجموعها حجة علىٰ من زعم أنه لم يثبت فى فضيلة ليلة النصف من شعبان شئ۔ (تحفۃ الاحوذی، ج:۲، ص:۵۳)

(انھیں میں سے حضرت علیؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب شعبان کی ۱۵؍ تاریخ آئے تو رات میں عبادت کرو اور دن میں روزہ رکھو۔ الیٰ۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے، اور اس کی سند میں ابوبکر بن عبداللہ بن سبرہ القرشی العامری المدنی ہے، ان کا نام لوگوں نے عبداللہ بتایا ہے، بعض لوگوں نے محمد بتایا ہے، اس کی نسبت عموماً ان کے دادا کی جانب ہوتی ہے، لوگوں نے اس کو وضع حدیث کا مرتکب ٹھہرایا ہے، ایسے ہی تقریب میں ہے، امام ذہبیؒ نے میزان میں فرمایا ہے کہ امام بخاری وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، اور عبداللہ و صالح بن احمد بن حنبل نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ وہ حدیث گھڑتا تھا، اور امام نسائی نے فرمایا کہ وہ متروک ہے، بس یہ تمام حدیثیں مجموعی اعتبار سے اس شخص کے خلاف حجت ہیں، جس نے گمان کیا ہے پندرہویں شعبان کی رات کے سلسلہ میں کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔)

دیکھئے مولانا مبارک پوری ابن ماجہ کی حدیث نقل کرکے اس کے راوی پر جو جرح ہے اس کو بھی نقل کرتے ہیں، اس کے باوجود اس حدیث کو دوسری ضعیف

حدیثوں کو ساتھ ملا کر حجت بھی قرار دیتے ہیں، کیا موضوع حدیث کو بھی دوسری حدیث کے ساتھ ملا کر حجت بنایا جاسکتا ہے؟ یہ بات کوئی عالم نہیں کہہ سکتا۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری نے جس طرح اس حدیث کو موضوع نہیں کہا ہے بلکہ صرف ضعیف قرار دیا ہے، اسی طرح حافظ منذری نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، اور چونکہ اس کو انھوں نے اپنی کتاب ترغیب وترہیب میں ذکر کیا ہے، اس لئے وہ حسب تصریح سیوطی موضوع نہیں ہے۔ سیوطی فرماتے ہیں:

إذا علمتم بالحديث أنه فی تصانيف المنذری صاحب الترغيب والترهيب فأرووه مطمئنين، (الرحمة المرسلة فی شان حديث البسملة، ص: ۱۵)

جب تمہارے علم میں یہ بات آجائے کہ کوئی حدیث منذری صاحب ترغیب وترہیب کی تصنیفات میں موجود ہے تو اس کو اطمینان سے بیان کرسکتے ہو، یعنی یہ کہ وہ موضوع نہیں ہے۔

اب تک ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں ہے، اور اس کو موضوع قرار دینا جہالت ہے، ہاں وہ ضعیف ضرور ہے، مگر اس کا ضعف اس پر عمل کرنے سے مانع نہیں ہے۔

حافظ ابن عبدالبر نے کتاب العلم میں یہ حدیث روایت کی ہے:

من بلغه عن الله فضل فأخذ بذٰلک الفضل الذی بلغه أعطاه الله تعالیٰ مابلغه وإن كان الذی حدثه كاذباً ۔

جس کسی کو کسی کام پر کسی ثواب کی اطلاع ہے، اور وہ اس پر کاربند ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ ثواب دیدے گا، جس کی اطلاع اس کو پہونچی ہے، اگرچہ جس نے بیان ہے وہ جھوٹا ہے۔

حافظ ابن عبدالبر اس کو روایت کر کے فرماتے ہیں کہ:

اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے، اس لئے کہ ابو معمر عباد بن عبداللہ اس کا تنہا راوی ہے اور وہ متروک راوی ہے، مگر اہل علم اپنی جماعت کے ساتھ فضائل وثواب کے کاموں میں بہت ڈھیل دیتے ہیں، اور ہر طرح کی حدیثوں میں سختی سے کام لیتے ہیں۔ (**اللآ لی المصنوعة**، ج:۱، ص:۲۱۵)

خطیب بغدادی نے کتاب الکفایۃ میں امام احمد وغیرہ ائمہ حدیث کا قول نقل کیا ہے: **إذا روينا فی الحلال والحرام شددنا إذاروينا فی الفضائل تساهلنا** (جب ہم حلال وحرام کے باب میں حدیث نقل کرتے ہیں تو پوری احتیاط سے کام لیتے ہیں، اور جب فضائل کے باب میں روایت کرتے ہیں تو سہولت برتتے ہیں)

اور یہی بات امام نووی اور حافظ عراقی نے وضاحت کے ساتھ نقل کی ہے، امام نووی نے لکھا ہے:

"**یجوز عند اهل الحدیث التساهل فی الاسانید الضعیفة وروایة ما سوی الموضوع من الضعیف والعمل به من غیر بیان ضعفه فی غیر صفات الله والاحکام**" (تدریب الراوی، ص:۱۹۶)

اہل حدیث کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل برتنا اور موضوع کو چھوڑ کر ضعیف حدیثوں کو روایت کرنا اور ان پر عمل کرنا ان کا ضعف بیان کئے بغیر جائز ہے، مگر اللہ کی صفات اور احکام کی حدیثوں میں ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرہویں شعبان

اسلامی اعمال، فرائض وواجبات اور سنن، نوافل ومستحبات اور مباحات زمانۂ رسالت مآب ﷺ سے ہی معروف چلے آرہے ہیں، اتنے معروف کہ اگر کسی دور میں بھی کسی نے حسن نیت سے یا بدنیتی سے، اس میں بیش وکم کرنا چاہا، تو امت کے اجتماعی مزاج نے اسے قبول نہیں کیا، اگر کسی وجہ سے کسی جدید عمل کا قدرے چلن ہو بھی گیا، تو بالآخر جلد یا بدیر اس کا رواج ختم بھی ہوگیا، ان جدید اعمال کو اصطلاح شرع میں ’’بدعت‘‘ کہا جاتا ہے، آپ دیکھیں گے کہ کسی بدعت کو کبھی قرار حاصل نہیں ہوا، بدعات کبھی یکساں نہیں رہے، نہ ہر جگہ ان کا رواج ہوا۔ ایک جگہ ایک بدعت رائج ہوئی، تو دوسری جگہ اس کا نام ونشان نہ تھا، ایک زمانہ میں ایک بدعت رہی ہے، تو دوسرے زمانہ میں دوسری، لیکن فرائض وسنن کو دیکھئے کہ وہ ہر دور اور ہر زمانے میں یکساں رہے ہیں، اور اگر ان کی عملی تشکیل میں کچھ اختلاف وتفاوت ہے، تو وہ بھی ہر دور میں یکساں رہا ہے، اس اختلاف وتفاوت پر بدعت کا اطلاق نہیں ہوتا، مثلاً نماز کے بنیادی ارکان میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے، لیکن انھیں عمل میں کس طرح لایا جائے، اس میں تنوع واختلاف قرنِ اوّل سے رہا ہے، اس لئے نہ رفع یدین کو بدعت کہہ سکتے ہیں اور نہ ترکِ رفع یدین کو، نہ قرأۃ خلف الامام کو بدعت کا نام دیا جاسکتا ہے اور نہ انصات خلف الامام کو!

ہاں وہ اعمال جن کا سنت میں پتہ نہ ہو، قرنِ اوّل کے لوگ انھیں نہ جانتے ہوں اور انھیں دینی عمل سمجھ کر کارِ ثواب قرار دے کر بطور مقصود کے انجام دیا جاتا ہو، تو وہ یقیناً بدعت ہیں، قابل ترک ہیں، ضلالت ہیں۔ اور تجربہ ہے کہ ایسے اعمال کو معتد بہ قرار نہیں رہتا، کبھی کچھ لوگ کرتے ہیں، تو دوسرے لوگ انھیں جانتے بھی نہیں، ایک زمانے میں انھیں شہرت ہوتی ہے، تو دوسرے دور کے لوگ ان کے نام سے بھی آشنا نہیں ہوتے۔

اسی طرح شریعت نے کچھ خاص اوقات اور مقامات کی فضیلت بتائی ہے، اور ابتداء ہی سے اہل اسلام ان اوقات و مقامات کو جانتے ہیں، ان کا اہتمام کرتے ہیں، ان میں عبادت کی کثرت کرتے ہیں، حضورِ حق میں گریۂ وزاری و مناجات کرتے ہیں، ہر زمانے میں ان کا رواج اور شیوع رہا ہے، مثلاً مقامات میں مسجد حرام، عرفات، منیٰ، مزدلفہ، مسجد نبوی، بیت المقدس، مسجد قباء وغیرہ، اور اوقات میں شب قدر، یوم عاشورہ، ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتیں، یوم عرفہ وغیرہ۔

یہ اوقات و مقامات علماً بھی اور عملاً بھی معروف ہیں، اور امت میں ہر دور میں اور ہر جگہ ان کا اہتمام رہا ہے، ان میں انجام دیئے جانے والے اعمال بھی متعین ہیں، اگر ان متعین اعمال کے علاوہ کسی نے نیا عمل ان دنوں یا جگہوں میں رائج کرنا چاہا، تو امت کے اجتماعی مزاج نے اسے رد کر دیا۔

انھیں اوقاتِ مبارکہ میں، جو شریعت کے ہر دور اور ہر قرن میں معروف و مشہور رہے ہیں، ایک وقت نصف شعبان کی تاریخ ہے، نصف شعبان کی رات بھی بابرکت ہے، اور دن بھی، اور اس کا بابرکت ہونا **خلفاً عن سلفٍ** معلوم و مشہور ہے، ہر دور میں اور ہر جگہ اسے بابرکت اور لائق اہتمام تسلیم کیا گیا ہے۔

احادیث مبارکہ میں اس کا تذکرہ ہے، یہاں ان تمام احادیث کے بیان اور

تحقیق کا محل نہیں ہے، اس کے لئے تو ایک مستقل مقالہ یا رسالہ کی ضرورت ہے، اجمالاً اتنا ذکر کر دینا ضروری ہے کہ نصف شعبان کی رات کی فضیلت میں ایک دو نہیں بلکہ متعدد احادیث کتبِ حدیث میں مروی ہیں۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ وہ سب روایتیں ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں، لیکن یہ بات پورے طور پر درست نہیں ہے۔ فضائل اعمال کی مشہور کتاب ''الترغیب والترھیب'' جو امام عبدالعظیم منذری کی مرتب کردہ ہے، اس میں طبرانی، ابن حبان، بیہقی، امام احمد، ابن ماجہ اور بزار کے حوالے سے متعدد روایتیں ذکر کی گئی ہیں، یہ روایتیں گو کہ صحت کے اعلیٰ پایہ کی نہیں ہیں، لیکن اتنی گری پڑی بھی نہیں ہیں، کہ انھیں سرے سے ساقط الاعتبار قرار دے دیا جائے۔

امام عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری نے اپنی کتاب ''الترغیب والترھیب'' میں احادیث وروایات کے اخذ وانتخاب کے کچھ اصول مقرر کئے ہیں، جن سے وہ روایتیں جو بہت زیادہ ضعیف اور پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں، اور وہ احادیث جن کو درجۂ اعتبار میں رکھا جا سکتا ہے، الگ الگ ممتاز ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:

> **فإذا كان اسناد الحديث صحيحاً أو حسناً أو ماقاربهما صدرته بلفظ عن وكذٰلک إن كان مرسلاً أو منقطعاً أو معضلاً أو فی اسناده راوٍ مبهمٍ أو ضعيفٍ وثق أو ثقةٍ ضعف وبقية رُواة الاسناد ثقات أو فيهم كلام لايضر، أو روى مرفوعاً والصحيح وقفه أو متصلاً والصحيح إرساله أو كان اسناده ضعيفاً لكن صححه أو حسنه بعض من خرجه أصدره أيضاً عن ثم اشير إلى ارساله أو انقطاعه أو عضله أو ذٰلک الراوی المختلف فيه ،ج:۱،ص:۳۶۔**

فرماتے ہیں کہ اگر حدیث کی سند صحیح یا حسن ہوگی، یا ان دونوں کے قریب ہوگی، تو

> اس حدیث کا آغاز لفظ ''عن'' سے کروں گا، اور یہی طریقہ اس وقت بھی ہوگا جبکہ حدیث مرسل ہوگی، یا منقطع ہوگی، یا معضل ہوگی، یا اس کی سند میں کوئی راوی مبہم ہوگا، یا ایسا ضعیف ہوگا جس کی کسی نے توثیق کی ہو، یا ثقہ ہوگا جس کی کسی نے تضعیف کی ہو، اور سند کے باقی راوی ثقہ ہوں، یا اگر ان میں کوئی کلام ہو تو مضر نہ ہو، یا کوئی حدیث مرفوعاً روایت کی گئی ہو، لیکن صحیح یہ ہو کہ وہ موقوف ہے، یا متصلاً روایت کی گئی ہو، لیکن اس کا ارسال صحیح ہو، یا اس کی سند میں کوئی ضعیف راوی ہو، لیکن جن لوگوں نے اس حدیث کو نقل کیا ہو ان میں سے کسی نے اس کی تصحیح یا تحسین کی ہو، تو ایسی سب روایتوں کو بھی لفظ ''عن'' سے شروع کروں گا، پھر اس کے ارسال، انقطاع یا عضل یا اس مختلف فیہ راوی کی جانب اشارہ کروں گا۔ (ص:۳۶، ج:۱)

مصنف کے بیان کردہ اس اصول کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ پندرہویں شعبان کی فضیلت سے متعلق جتنی روایتیں ہیں وہ سب یا تو ''عن'' سے شروع ہوئی ہیں، یا کسی مصنف کے حوالے سے شروع ہوتی ہیں، ان میں ایک روایت مرسل ہے، جس کو امام بیہقی نے ''مرسل جید'' کہا ہے۔

صرف دو روایتوں کو جن میں ایک ابن ماجہ کی ہے، اور دوسری بیہقی کی ہے، امام منذری نے لفظ ''روی'' سے شروع کیا ہے، جو اس بات کی علامت ہے کہ ان میں شدید ضعف پایا جاتا ہے۔

مصنف عبدالرزاق جلد رابع میں ایک مستقل باب ''باب النصف من شعبان'' ہے، اس مختصر سی تفصیل سے معلوم ہوا کہ پندرہویں شعبان کی اہمیت اور فضیلت نہ کوئی نئی چیز ہے اور نہ یہ بدعت ہے، ہر دور میں صالحین نے اس رات کو اہم اور بابرکت جانا ہے، اور اس میں عبادت اور ذکر و دعا کی کثرت کی ہے، اور پندرہویں شعبان کا روزہ بھی رکھا ہے۔

اس لئے ہمارے دور میں بعض لوگوں کا یہ خیال کہ پندرہویں شعبان کوئی چیز نہیں ہے، اس کی کوئی فضیلت نہیں ہے یا یہ کہ اس میں ذکر وعبادت کا اہتمام کرنا بدعت ہے، یہ خیال خود ''بدعت'' ہے، اس سے مسلمانوں کو ہوشیار رہنا چاہئے۔ قرنِ اوّل ہی سے اس کے اہتمام کا پتہ چلتا ہے، ایک نہیں متعدد احادیث میں اس کا تذکرہ ہے، پس اس کو بے بنیاد بتانا اس میں عبادت کرنے سے لوگوں کو روکنا، یا اس کی اہمیت گھٹانا، ایک غیر مستحسن عمل ہے۔

اور شاید ذکر وعبادت سے فرار کی یہ کوئی تدبیر ہو، دنیاداری کے غلبہ کی وجہ سے اب عوام کا کیا ذکر خواص اور علماء کے اندر بھی شب زندہ داری اور ذکر وعبادت کا ذوق باقی نہیں رہا، بلکہ گونہ اس سے بعد ہوتا جارہا ہے، تو بجائے اس کے کہ اپنے قصور کا اعتراف کریں، اور اپنی کوتاہی تسلیم کریں، ہونے یہ لگا ہے کہ خود عبادت وذکر کے اہتمام ہی کو ساقط کردیتے ہیں

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی نور اللہ مرقدہٗ سے کسی نے ابن ماجہ والی اس روایت کے متعلق استفسار کیا تھا، جس کا اوپر ذکر آیا، جس کے الفاظ یہ ہیں: **إذا کانت لیلة النصف من شعبان فقوموا لیلھا وصوموا نھارھا**، پوچھا تھا کہ بعض لوگ اس حدیث کو موضوع قرار دیتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے، حضرت نے شدومد سے اس کے موضوع ہونے کا انکار فرمایا، انھوں نے اس سلسلے میں مستند دلائل پیش کئے ہیں، ہاں یہ فرمایا کہ یہ حدیث سنداً ضعیف ہے، لیکن فضائل کے باب میں ضعیف حدیث گوارا کی جاتی ہے۔

سوال کرنے والے نے غالباً اس کے موضوع ہونے کے سلسلے میں صاحب تحفۃ الاحوذی حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ کا نام لیا تھا، اس پر حضرت

اقدس لکھتے ہیں:

’’سطور بالا سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جس شخص نے یہ بات کہی ہے کہ روایت فضیلت صوم شعبان میں ابوبکر بن عبداللہ راوی واضع الحدیث تھا، اس لئے یہ روایت موضوع ٹھہری، بالکل غلط ہے، ایسی جہالت کی بات کوئی عالم نہیں کہہ سکتا، مولانا عبدالرحمٰن مرحوم کیسے ایسی بات کہہ سکتے ہیں، مولانا تو اس حدیث کو پندرہویں رات کی فضیلت کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں، اور اس سے اس شخص کے اوپر حجت قائم کرتے ہیں، جو یہ کہتا ہے کہ شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت ثابت نہیں۔ (المآثر ص:۱۹، ج:۲، شمارہ:۳)

تحفۃ الاحوذی بروقت راقم الحروف کے سامنے موجود نہیں ہے، غالباً انھوں نے اس شب کی فضیلت کی متعدد روایتیں نقل کی ہیں، جن میں ایک روایت ابن ماجہ والی بھی ہے، حضرت اقدس نے ان کی عبارت نقل کی ہے۔

فهٰذه الاحاديث بمجموعها حجة على من زعم أنه لم يثبت فضيلة ليلة النصف من شعبان شئ۔ (تحفۃ الاحوذی، ج:۳، ص:۵۳)

یہ تمام احادیث مجموعی لحاظ سے اس شخص کے خلاف حجت ہیں، جس کا گمان یہ ہے کہ شعبان کی پندرہویں رات کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہے۔

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ مزید لکھتے ہیں:

اسی طرح حافظ منذری نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، اور چونکہ اس کو انھوں نے اپنی کتاب ترغیب وترہیب میں ذکر کیا ہے، اس لئے وہ حسب تصریح سیوطی موضوع نہیں ہے۔ سیوطی فرماتے ہیں: **إذا علمتم بالحديث أنه فى تصانيف المنذرى صاحب الترغيب والترهيب فارووه مطمئناً۔**

جب تمہارے علم میں یہ بات آجائے کہ کوئی حدیث منذری صاحب ترغیب

وترہیب کی تصنیفات میں موجود ہے، تو اس کو اطمینان سے بیان کر سکتے ہو، یعنی یہ کہ وہ موضوع نہیں ہے۔ (المآثر،ص:۲۱، ج:۲، شمارہ:۳)

اب ناظرین غور کرلیں کہ علماء کبار کا فیصلہ تو یہ ہے، اس کے بعد ان لوگوں کی بات کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے، جو شعبان شروع ہوتے ہی گلے کا زور لگالگا کر مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں کہ شب برأت کوئی چیز نہیں ہے، یہ درحقیقت جہل کا کرشمہ ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ اس رات کے ساتھ جہالت نے بہت سی خرافات جو وابستہ کردی ہیں مثلاً آتش بازی، چراغاں کی کثرت اور میلہ ٹھیلہ کی شکل بنا کر قبرستانوں کو سجانا اور وہاں رنگ رلیاں کرنا، یہ سب بے شک گناہ ہے، ان سے احتراز کرنا ضروری ہے، لیکن جیسے یہ جہالت ہے، اسی طرح اس کو بے اصل قرار دینا بھی جہالت ہی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شب برأت کی شرعی حیثیت

ہر دور میں اور ہر جگہ ایسے لوگ پائے جاتے رہے ہیں، اور اب بھی پائے جاتے ہیں، جن کا مشغلہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مسلمہ مسائل اور متفقہ امور میں شک وشبہ پیدا کریں، ان کے انکار کی راہ ہموار کریں، اور تحقیق کا نام لے کر انھیں بے اصل قرار دیں، شک وانکار کے لئے کسی علم وتحقیق کی ضرورت تو ہوتی نہیں، بلکہ اس کے لئے عدم علم کافی ہوتا ہے، البتہ ثبوت کے لئے دلائل وشواہد کی ضرورت ہوتی ہے، شک پیدا کرنے والا تو ایک ادنیٰ شبہ کی بنیاد پر شک پیدا کر دیتا ہے، اور پھر اس کے بعد انکار کا دروازہ کھلتا چلا جاتا ہے، شک میں گرفتار ہونے کے بعد آدمی بڑی تیزی سے انکار کی اندھیری وادی میں گم ہو جاتا ہے، شک بظاہر تو ہے ایک کمزور چیز، مگر عجیب بات ہے کہ طبیعت میں بہت جلد راسخ ہوتا ہے، اور بہت دیر میں زائل ہوتا ہے۔

ایک مسئلہ ہے شعبان کی پندرہویں شب کے تقدس اور اس کی اہمیت کا، اس میں کثرت عبادت اور تلاوت ودعا کے اہتمام کا، اور پھر دن میں روزہ رکھنے کا، یہ رات عرف عام میں ''شب برأت'' (نجات والی رات) کہلاتی ہے، جہاں تک اسلامی تاریخ پر نظر ڈالی جاتی ہے، سلف سے لے کر خلف تک ہر جگہ مسلمان اس کا اہتمام کرتے چلے آرہے ہیں، اس بات کا تو شاید ہی کسی نے انکار کیا ہو کہ یہ رات سال کی عام راتوں پر فضیلت رکھتی ہے، اور یہ دن بھی عام دنوں سے اہم ہے، ہمارے اسلاف اور بزرگوں کا عام طور سے اس رات میں ذکر وعبادت اور تلاوت ودعا کا معمول رہا ہے، یہ اہتمام تواتراً منقول ہے۔

ہمارے دینی اعمال صرف الفاظ وعبارات سے ثابت نہیں ہیں، بلکہ ان کا ایک بڑا حصہ عملی تواتر اور بزرگوں کے تعامل سے ثابت ہے، اگر تواتر اور تعامل کو درمیان سے ہٹا دیجئے تو صرف حدیث کے الفاظ سے دین کی تشکیل ممکن نہیں، اور ہوسکتا ہے کہ نتیجہ انکار تک جا پہونچے۔

انھیں دینی اعمال وامور میں شب برأت کی اہمیت اوراس میں دعاء وعبادت کا اہتمام ہے، اس سلسلے میں بہت سے لوگ افراط وتفریط کے شکار ہیں، افراط تو یہ ہے کہ اسے ہندوؤں کی دیکھا دیکھی بہت سے لوگوں نے ایک تہوار اور جشن بنا دیا ہے، عمدہ عمدہ کھانے پکائے جاتے ہیں، حلوے بنائے جاتے ہیں، چراغاں کیا جاتا ہے، گھروں کو لیپا پوتا جاتا ہے، آتش بازیاں چھوڑی جاتی ہیں، قبرستان جو عبرت کی جگہ اور آخرت کا پہلا دروازہ ہے وہاں تفریح وتماشہ کا ہنگامہ برپا کیا جاتا ہے، یہ سب غلط امور ہیں، جن کا شب برأت سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے، علماء نے ان پر خوب خوب نکیر کی ہے۔

اور تفریط یہ ہے کہ بعض لوگ شب برأت کے تقدس اور اہمیت کا سرے سے انکار کرتے ہیں، ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ ایک بے اصل چیز ہے، کسی صحیح حدیث سے اس کا ثبوت نہیں، بعض حلقوں میں شعبان آتے ہی کچھ لوگ علم کا نام لگا کر اس کی مخالفت کرنے لگتے ہیں، مسلمانوں کے اندر خاص خاص اوقاتِ مبارکہ میں عبادت ودعاء کا تھوڑا سا جذبہ جو پیدا ہوتا ہے اسے بھی یہ لوگ فنا کر دیتے ہیں، حالانکہ کبھی کبھی یہی جذبہ انھیں عبادت کی جانب مستقلاً کھینچ لاتا ہے۔

لیکن جیسے افراط غلط ہے تفریط بھی غلط ہے، شب برأت کا تقدس اور اس کی اہمیت ایک معروف ومشہور چیز ہے، جس کا لحاظ امت نے ہر دور میں کیا ہے، اور یہ کہنا کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، یا یہ ایک بے اصل چیز ہے، ناواقفیت یا گمراہی کی وجہ سے ہے۔

تین قاعدے:

اس جگہ اصولی طور سے تین باتیں سمجھ لینی چاہئیں۔

(۱) اوّل یہ کہ اگر امت کا کسی کام پر تعامل رہا ہے، یعنی ہر زمانے میں علماء نے اسے بغیر انکار کے اختیار کیا ہو اور اس پر ان کا عمل رہا ہو، تو یہ خود ایک دلیل اس کے صحیح اور قوی ہونے کی ہے، اگر اس عمل کے لئے کوئی صحیح حدیث نہ ہو، ضعیف حدیث ہو بشرطیکہ موضوع نہ ہو، تو وہ حدیث اس تعامل کی وجہ سے قوی ہو جائے گی۔

علامہ سخاوی **فتح المغیث** صفحہ ۱۴۰ میں لکھتے ہیں:

> ”ایسے ہی جب کسی ضعیف حدیث کو امت عام طور پر قبول کر لیتی ہے، تو اس پر صحیح قول یہی ہے کہ...... عمل کرنا درست ہے، اور وہ بمنزلہ متواتر کے ہو جاتی ہے، ...... جس سے قطعیات کو بھی منسوخ کیا جا سکتا ہے۔“

(۲) دوسرے یہ کہ اگر کوئی ضعیف حدیث متعدد طرق سے مروی ہو، یا اس کا مضمون متعدد حدیثوں میں وارد ہوا ہو تو کبھی وہ حسن کے درجے میں آجاتی ہے، اور کبھی وہ روایت تو نہیں، مگر اس کا مضمون درست قرار دیا جاتا ہے، اور اتنی بات تو ضرور ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ مضمون بے اصل نہیں ہے۔

(۳) تیسرے یہ کہ احکام میں ضعیف حدیث کو نظر انداز کیا جاتا ہے، فضائل میں اور ترغیب و ترہیب میں ضعیف حدیث بشرطیکہ شدید الضعف نہ ہو، قبول کی جاتی ہے۔

ان تینوں مضامین پر تفصیلی بحث آگے آرہی ہے۔

شب برأت سے متعلق احادیث:

اس تمہید کے بعد شب برأت کے متعلق ہم حدیثیں نقل کرتے ہیں، پھر ائمہ کے ارشادات کی روشنی میں ان کی صحت اور ان کے سقم کو ذکر کیا جائے گا، ابتداءً چھ حدیثیں حدیث کی مشہور کتاب مجمع الزوائد سے اخذ کی جاتی ہیں۔

حدیث (۱) حضرت معاذ بن جبل ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب میں تمام مخلوق پر خصوصی توجہ فرماتے ہیں، اور مشرک اور مشاحن کے علاوہ سب کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔

مشاحن :اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی سے عداوت رکھتا ہو، امام اوزاعیؒ نے فرمایا کہ اس جگہ مشاحن سے مراد وہ اہل بدعت ہیں جو اہل سنت سے خارج ہیں۔

(حاشیہ مجمع الزوائد ،از عبد اللہ محمد الدرویش، ج:۸، ص:۱۲۵)

یہ حدیث امام طبرانی نے معجم کبیر اور معجم اوسط میں روایت کی ہے، اور اس کی سند کے سب رجال صحیح ہیں (**مجمع الزوائد ، ج:۸، ص:۱۲۶**) ابن حبان اور بیہقی نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے، اور ابن ماجہ میں یہ روایت حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ کے حوالے سے ہے)

حدیث (۲) حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے روایت ہے کہ جب شعبان کی پندرہویں رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں، اور اپنے بندوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں، سوائے اس شخص کے جو مشرک ہو یا اپنے بھائی سے ناحق عداوت رکھتا ہو۔

اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے، اس میں ایک راوی عبد الملک بن عبد الملک ہیں، ان کا ذکر امام ابوحاتم رازی نے اپنی کتاب الجرح والتعدیل میں کیا ہے، اور انھیں ضعیف نہیں قرار دیا ہے، اور باقی رجال سب ثقہ اور معتبر ہیں۔ (**مجمع الزوائد ، ج:۸، ص:۱۲۵**)

حدیث (۳) حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب شعبان کی پندرہویں شب ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں، سوائے مشرک اور مشاحن کے۔

یہ حدیث امام بزار نے روایت کی ہے، اس میں ایک راوی ہشام بن عبد الرحمٰن ہیں جنھیں میں (امام نورالدین ہیثمی) نہیں جانتا، باقی سب رجال ثقہ ہیں۔

حدیث (۴) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پندرہویں شعبان کی شب میں اپنی مخلوق پر خاص التفات فرماتے ہیں، پس سب کی مغفرت فرماتے ہیں، سوائے مشرک اور مشاحن کے۔

یہ حدیث امام بزار نے روایت کی ہے، اس کے راویوں میں ایک صاحب عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم ہیں، ان کی توثیق احمد بن صالح نے کی ہے، اور جمہور ائمہ نے ان کی تضعیف کی ہے، اور ابن لہیعہ لین (قدرے کمزور) ہیں، اور باقی رجال ثقہ ہیں۔

حدیث (۵) حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب میں اپنی مخلوق کی جانب التفات فرماتے ہیں، پس سب کو مغفرت کا پروانہ عطا فرماتے ہیں بجز مشاحن اور قاتل کے۔

یہ روایت امام احمد نے نقل کی ہے، اس میں ایک ابن لہیعہ ہیں، جو لین (قدرے ضعیف) ہیں، باقی سب رجال کی توثیق کی گئی ہے۔

حدیث (۶) حضرت ابوثعلبہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات میں اپنے بندوں کی طرف خاص توجہ فرماتے ہیں، پس اہل ایمان کی مغفرت فرما دیتے ہیں، اور کافروں کو مہلت دیتے ہیں، اور کینہ پروروں کو ان کے کینے کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دیں۔

اسے طبرانی نے روایت کیا ہے، اس میں الاحوص بن حکیم ضعیف ہیں۔

یہ چھ حدیثیں ہم نے علامہ حافظ نورالدین ہیثمی کی کتاب مجمع الزوائد (ص:

۱۲۵ تا ۱۲۷، ج: ۸) سے نقل کی ہیں، اور انھوں نے حدیث کی سند پر جو کلام کیا ہے اسے بھی ہم نے نقل کر دیا ہے۔

امام منذری کا اصول:

امام منذری نے اپنی کتاب ''الترہیب والترغیب'' میں حدیث کے نقل کرنے میں اور اس کی حیثیت کے متعین کرنے میں کچھ خاص اصطلاحیں مقرر کی ہیں، ان سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ روایت کس درجہ کی ہے، پھر بعد میں کہیں کہیں اجمالاً کلام بھی کرتے ہیں، انھوں نے اپنی اصطلاحوں کو مقدمہ میں ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں:

> **فإذا كان اسناد الحديث صحيحاً أو حسناً أو ماقاربهما صدرته بلفظ عن وكذٰلک إن كان مرسلاً أو منقطعاً أو معضلاً أو فى اسناده راوٍ مبهمٍ أو ضعيفٍ وثق أو ثقةٍ ضعف وبقية رُواة الاسناد ثقات أو فيهم كلام لايضر، أو روى مرفوعاً والصحيح وقفه أو متصلاً والصحيح إرساله أو كان اسناده ضعيفاً لكن صححه أو حسنه بعض من خرجه أصدره أيضاً عن ثم اشير إلى ارساله أو انقطاعه أو عضله أو ذٰلک الراوى المختلف فيه** ، ج: ۱، ص: ۳۶۔

فرماتے ہیں کہ اگر حدیث کی سند صحیح یا حسن ہوگی، یا ان دونوں کے قریب ہوگی، تو اس حدیث کا آغاز لفظ ''عــــن'' سے کروں گا، اور یہی طریقہ اس وقت بھی ہوگا جبکہ حدیث مرسل ہوگی، یا منقطع ہوگی، یا معضل ہوگی، یا اس کی سند میں کوئی راوی مبہم ہوگا، یا ایسا ضعیف ہوگا جس کی کسی نے توثیق کی ہو، یا ثقہ ہوگا جس کی کسی نے تضعیف کی ہو، اور سند کے باقی راوی ثقہ ہوں، یا اگر ان میں کوئی کلام ہو تو مضر نہ ہو، یا کوئی حدیث مرفوعاً روایت کی گئی ہو، لیکن صحیح یہ ہو کہ وہ موقوف ہے، یا متصلاً روایت کی گئی ہو، لیکن اس کا ارسال صحیح ہو، یا اس کی سند میں کوئی ضعیف راوی ہو، لیکن جن لوگوں نے اس حدیث کو نقل کیا ہو ان میں سے کسی نے اس کی تصحیح یا تحسین کی ہو، تو ایسی سب

روایتوں کو بھی لفظ ''عن'' سے شروع کروں گا، پھر اس کے ارسال، انقطاع یا عضل یا اس مختلف فیہ راوی کی جانب اشارہ کروں گا۔ (ص: ۳۶، ج: ۱)

گویا جو روایت الترغیب والترہیب میں عن سے شروع ہو رہی ہو، وہ بالکل ساقط الاعتبار نہیں، گوکہ وہ ضعیف سند رکھتی ہو، مگر کسی نہ کسی درجہ میں قابل اعتبار ہوگی۔

پھر انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر روایت موضوع ہوگی، یا بہت ضعیف ہوگی، یا ایسی روایت ہو جس میں حسن ہونے کا سرے سے احتمال ہی نہ ہو، اسے لفظ رُوِیَ سے شروع کروں گا۔ اور اس کے نا قابل توثیق راوی پر کوئی کلام نہ کروں گا، گویا سند ضعیف کی یہی دو علامتیں ہیں، ایک تو لفظ رُوِیَ سے شروع کرنا، دوسرے سند پر کوئی کلام نہ کرنا، جہاں یہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں، سمجھ لینا چاہئے کہ وہ روایت مطلقاً ضعیف ہے۔ (ص: ۳۷، ج: ۱)

اس اصول کی روشنی میں الترغیب والترہیب کی احادیث کا مطالعہ کریں۔

حدیث (۷) یہ حدیث ''شب برأت میں اللہ کے رسول ﷺ کا عمل'' میں متن سمیت آگے آرہی ہے، ملاحظہ ہو! ص: ۳۶

حدیث (۸) حضرت مکحول حضرت کثیر بن مرۃ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شعبان کی پندرہویں شب میں اللہ تعالیٰ زمین والوں کی مغفرت فرماتے ہیں، سوائے مشرک اور کینہ پرور کے۔

امام بیہقی نے اس روایت کو نقل کیا ہے، اور فرماتے ہیں کہ یہ عمدہ مرسل ہے۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ روایت مصنف عبد الرزاق ص: ۳۱۶، ج: ۴ میں بھی موجود ہے، مصنف کے حاشیہ میں محدث جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ نے فرمایا کہ **أخرجه ابن حبان من حديث مكحول عن مالك بن يخامر عن معاذ بن جبل مرفوعاً**۔ اس حدیث کو امام ابن حبان نے بھی نقل کیا

ہے، اس میں مکحول، مالک بن یخامر کے حوالے سے حضرت معاذ بن جبل ؓ سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو صحیح ابن حبان، ص: ۴۸۶)

گویا اس طریق سے یہ روایت مرسل نہیں بلکہ متصل ہے۔

دو روایتیں یہاں ایسی نقل کی جارہی ہیں، جنھیں امام منذری نے لفظ رُوِیَ سے شروع کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں روایتیں ایسی ضعیف ہیں کہ ان کے ضعف کی کوئی تلافی نہیں ہے۔

حدیث (۹) ابن ماجہ میں حضرت علی ؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ جب شعبان کی پندرہویں شب ہو تو رات میں نمازیں پڑھو اور دن میں روزہ رکھو، کیونکہ اس میں غروب آفتاب کے وقت آسمانِ دنیا پر اللہ تعالیٰ نزول فرماتے ہیں کہ ہے کوئی مغفرت کا طالب کہ اس کی مغفرت کروں؟ ہے کوئی رزق کا طلب گار کہ اسے روزی دوں؟ ہے کوئی مصیبت کا مارا کہ اسے عافیت بخشوں؟ ہے کوئی؟ ہے کوئی؟ یہاں تک کہ صبح صادق ہو جائے۔

حدیث (۱۰) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میرے پاس رسول اللہ تشریف لائے، اپنے کپڑوں کو آپ نے اتارا، ابھی کچھ ہی دیر گذری تھی کہ آپ اٹھ گئے، کپڑے پہنے، مجھے سخت غیرت آئی، میں نے سمجھا کہ آپ کسی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے، میں آپ کے پیچھے نکلی، میں نے آپ کو بقیع میں پایا، آپ مومن مردوں عورتوں اور شہداء کے لئے استغفار کررہے تھے، میں نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ تو اپنے رب کے کام میں ہیں، میں دنیا کے کام میں ہوں، میں لوٹ آئی اور اپنے حجرے میں اس حال میں داخل ہوئی کہ مری سانس چڑھ رہی تھی، پیچھے سے آپ بھی تشریف لائے، آپ نے فرمایا! عائشہ! تمہارا یہ کیا حال ہو رہا ہے؟ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ تشریف لائے، کپڑے اتارے

اور پھر فوراً ہی کپڑے پہن کر آپ باہر نکل گئے، اس پر مجھے بڑی غیرت آئی، میں نے سمجھا کہ کسی اور زوجہ کے پاس آپ جا رہے ہیں، لیکن میں نے دیکھا کہ آپ بقیع میں ہیں، فرمایا کہ عائشہ! کیا تم کو اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کرے گا، میرے پاس جبرئیل آئے تھے، انھوں نے کہا یہ پندرہویں شعبان کی رات ہے، اس رات میں اللہ تعالیٰ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد میں جہنم سے لوگوں کو آزاد کرتے ہیں (غالباً اسی لئے اس کا نام شب برأت ’’نجات کی رات‘‘ مشہور ہوا) اس رات میں اللہ تعالیٰ، مشرک، کینہ پرور، قاطع رحم، ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والے، والدین کو ستانے والے اور شراب کے عادی کی جانب نظر نہیں فرماتے، پھر آپ ﷺ نے کپڑے اتارے، پھر مجھ سے فرمایا کہ اے عائشہ! کیا تم مجھے رات بھر عبادت کرنے کی اجازت دیتی ہو؟ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان! پھر آپ کھڑے ہوئے اور بہت طویل سجدہ کیا، مجھے گمان ہوا کہ آپ کا انتقال ہو گیا، میں اٹھ کر آپ کو ٹٹولنے لگی، میرا ہاتھ آپ کے پیر کے تلوے پر پڑا، پس وہ ہلا، مجھے بڑی خوشی ہوئی، میں نے سنا آپ سجدہ میں دعا کر رہے تھے: **اَللّٰھُمَّ أَعُوْذُ بِعَفْوِکَ مِنْ عِقَابِکَ أَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ إِلَیْکَ لَاأُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ أَنْتَ کَمَا أَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ**، جب صبح ہوئی تو میں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا عائشہ! اسے سیکھ لو، میں نے کہا جی، فرمایا سیکھ لو، اور دوسروں کو سکھاؤ، مجھے جبرئیل علیہ السلام نے یہ کلمات سکھائے ہیں، اور مجھے حکم دیا ہے کہ اسے سجدہ میں دہرایا کروں۔ (بیہقی)

حدیث (۱۱) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کو اپنے ساتھ نہیں پایا، میں باہر نکل پڑی، تو آپ بقیع میں تھے، آپ نے فرمایا کہ کیا تم کو اندیشہ تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کرے گا، میں نے کہا کہ مجھے خیال

ہوا کہ شاید آپ اپنی کسی اور زوجہ کے پاس چلے گئے ہوں، آپ نے فرمایا کہ اللہ تبارک تعالیٰ پندرہویں شعبان کی شب میں آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں، اور بنی کلب کی بکریوں کے بال سے زیادہ لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔ (ترمذی، ج:۱، ص:۱۵۶)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ہم صرف حجاج بن ارطاۃ کے طریق سے جانتے ہیں، امام بخاری علیہ الرحمہ اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے تھے، انھوں نے فرمایا یحییٰ بن ابی کثیر نے عروہ سے، اور حجاج نے یحییٰ بن ابی کثیر سے کچھ نہیں سنا ہے۔ (پس یہ حدیث منقطع ہے)

اثر صحابی (۱۲) حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ پانچ راتوں میں دعاء رد نہیں ہوتی جمعہ کی رات میں، رجب کی پہلی رات میں، شعبان کی پندرہویں شب میں اور عیدین کی راتوں میں۔ (مصنف عبدالرزاق، ج:۴، ص:۳۱۷)

اس روایت میں ایک راوی مجہول ہے، امام عبدلرزاق نے اس کا نام نہیں ذکر کیا ہے۔

اثر تابعی (۱۳) حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ ۱۵؍شعبان کو عمریں لکھی جاتی ہیں، ایک آدمی سفر میں نکلتا ہے حالانکہ اس کا نام زندوں سے کاٹ کر مردوں میں لکھا جا چکا ہے، اور آدمی نکاح کرتا ہے حالانکہ اس کا نام زندوں سے کاٹ کر مردوں میں لکھا جا چکا ہے، اس روایت میں ایک راوی مجہول ہے۔ (مصنف عبد الرزاق، ج:۴، ص:۳۱۷)

قارئین کرام! یہ تیرہ روایتیں آپ نے شب برأت سے متعلق پڑھیں، ان میں پہلی روایت کے رجال سب ثقہ اور معتبر ہیں، دوسری روایت کے رجال ایک کے علاوہ سب ثقہ ہیں، اور ایک جو مستثنیٰ ہیں وہ بھی ضعیف نہیں ہیں، کم از کم حسن کے درجے میں ہیں۔

تیسری روایت کے سب راوی ثقہ ہیں، صرف ایک صاحب کے بارے میں علامہ ہیثمی نے فرمایا کہ میں انھیں نہیں جانتا، یہ حدیث بھی کم سے کم حسن ضرور ہے۔

چوتھی روایت میں دو راوی کے علاوہ سب ثقہ ہیں، عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم کی زیادہ تر لوگوں نے تضعیف کی ہے، البتہ احمد بن صالح نے توثیق کی ہے، اور ابن لہیعہ قدرے کمزور ہیں، پس یہ سند بھی حسن کہی جا سکتی ہے۔

پانچویں روایت میں ابن لہیعہ ایک راوی ہیں، جن میں قدرے کمزوری ہے مگر ان کی روایتیں حسن ہوتی ہیں۔

چھٹی روایت میں الاحوص بن حکیم ضعیف الحفظ ہیں، باقی سب ثقہ ہیں، شیخ ناصر الدین البانی نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔

ساتویں روایت مرسل ہے، لیکن بقول امام بیہقی جید مرسل ہے۔

آٹھویں روایت بھی مرسل ہے، مگر وہ بھی عمدہ اور جید ہے۔

پھر اس کے بعد کی تین روایتیں ضعیف ہیں، ان کے بعد ایک صحابی کا پھر ایک تابعی کا قول ہے۔

اب سنئے! اتنی روایتوں کے مطالعے کے بعد علمائے اہل حدیث کے فیصلے! ہم احناف اور اہل تقلید کے یہاں تو شب برأت کی اہمیت وفضیلت مسلّم ہے، ہم ان بزرگوں کے فیصلے پیش کرنا چاہتے ہیں، جن کو شب برأت کے خلاف جھنڈا اٹھانے والے بھی اپنا مقتدا اور پیشوا مانتے ہیں، شاید وہ اس انکار کی راہ سے پلٹ جائیں۔

شیخ ناصر الدین البانی کا فیصلہ:

موجودہ دور میں تقلید کے مخالفین کے نزدیک حدیث کے باب میں سب سے اہم شخصیت شیخ ناصر الدین البانی کی ہے، ان کا نام آنے کے بعد ان کے ماننے والوں کا سر تسلیم خم ہو جاتا ہے، ان کا کلام ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں کہ **لیلة النصف**

من شعبان کے متعلق صحابہ کی ایک جماعت سے مختلف طرق سے احادیث مروی ہیں، لکھتے ہیں کہ:

> بعض روایتیں بعض کو قوت پہونچاتی ہیں، یہ صحابہ جن سے یہ حدیث مروی ہے، وہ معاذ بن جبل، ابوثعلبہ......عبداللہ بن عمرو بن العاص، ابوموسیٰ اشعری، ابوہریرہ، ابوبکر صدیق، عوف بن مالک اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعنہم ہیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ:

> حاصل کلام یہ ہے کہ شب برأت والی حدیث مجموعی لحاظ سے بلاشبہ صحیح ہے، اس کی صحت میں کوئی شبہ نہیں، صحت تو اس سے کم تعداد میں ثابت ہو جاتی ہے، جبکہ وہ ضعف شدید سے خالی ہو، جیسا کہ یہ حدیث زیر بحث (ضعف شدید سے خالی ہے)

اس کی روشنی میں سمجھ لینا چاہئے کہ علامہ جمال الدین قاسمی نے اصلاح المساجد میں اہل جرح وتعدیل سے یہ جو بات نقل کی ہے کہ شب برأت کی فضیلت میں کوئی صحیح روایت نہیں، اس پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے، اور اگر کسی نے یہ بات کہی ہے تو جلد بازی کا نتیجہ ہے کہ اس نے طرق حدیث کو پوری طرح تلاش نہیں کیا، واللہ الموفق

مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوریؒ کا ارشاد:

ترمذی شریف کی مشہور شرح **تحفة الاحوذی** میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوریؒ نے شب برأت کے متعلق متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> ”یہ احادیث مجموعی اعتبار سے ان لوگوں کے خلاف حجت ہے، جو یہ گمان رکھتے ہیں کہ شعبان کی پندرہویں شب کی فضیلت کے متعلق کوئی چیز ثابت نہیں“

ملاحظہ فرمایئے! حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوریؒ کس شرح صدر

اور اطمینان قلب کے ساتھ شب برأت کی فضیلت کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔

علامہ ابن رجب حنبلیؒ کا ارشاد:

علامہ ابن رجب حنبلی التوفی ۷۹۵ھ ایک جلیل القدر عالم اور محدث ہیں، ان کی کتابیں علم وتفقہ اور روحانیت سے مالامال ہوتی ہیں، ان کی متعدد بیش قیمت تصانیف ہیں، ''**لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف**'' ان کی ایک اہم اور مفید تصنیف ہے، جس میں سال کے بارہ مہینوں اور ایام سے متعلق احکام اور وظائف انھوں نے ذکر کئے ہیں، ہر ماہ کے وظائف کو ''مجلس'' کے عنوان سے مرتب کیا ہے، ماہ شعبان کے متعلق انھوں نے دو مجلسیں تحریر کی ہیں، دوسری مجلس کا عنوان ہے '' **المجلس الثانی فی نصف شعبان** '' اس مجلس میں انھوں نے شب برأت کے متعلق موافق اور مخالف دونوں پہلو تحریر فرمائے ہیں، ہم بقدر ضرورت اس مجلس کی تلخیص پیش کرتے ہیں۔

شب برأت کی فضیلت میں متعدد احادیث وارد ہیں، یہ احادیث مختلف فیہ ہیں، اکثر لوگوں نے انھیں ضعیف قرار دیا ہے، اور ابن حبان نے بعض کی تصحیح کی ہے، اور اپنی کتاب صحیح ابن حبان میں ذکر کیا ہے، ان میں سب سے بہتر وہ حدیث ہے جو حضرت عائشہ سے مروی ہے (دیکھئے: حدیث نمبر ۱۱) پھر ان احادیث کا ذکر کیا ہے جو ہمارے مضمون میں گزر چکی ہیں، پھر لکھتے ہیں:

'' حضرت عثمان بن ابو العاص سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب شعبان کی پندرہویں رات آتی ہے تو ایک منادی پکارتا ہے کہ ہے کوئی طالب مغفرت کہ میں اس کی مغفرت کروں؟ ہے کوئی سائل جسے میں عطا کروں؟ پس جو کوئی بھی کسی چیز کا سوال کرتا ہے اسے میں وہ چیز دیتا ہوں، سوائے زانیہ اور مشرک کے۔

نوف بکالی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ پندرہویں شعبان کی شب میں نکلے

اور بار بار نکلتے رہے اور آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے، پھر فرمایا کہ داؤد علیہ السلام اسی جیسے وقت میں رات کو نکلے اور آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ اس ساعت میں جو بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے گا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے...... پھر فرمایا: **اَللّٰھم ربّ داؤد إغفر لمن دعاک فی ھٰذہ الیلة ولمن استغفرک فیھا**، اے اللہ، داؤد کے رب! آپ اس شخص کی مغفرت فرمادیجئے جو اس رات میں آپ سے دعا کرے، اور آپ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے۔

اور لکھتے ہیں کہ ملک شام کے تابعین جیسے خالد بن معدان، مکحول اور لقمان بن عامر وغیرہ اس رات کو عظمت والی رات سمجھتے تھے، اور عبادت میں جدوجہد کرتے تھے، انھیں حضرات کے عمل سے لوگوں نے اس رات کی فضیلت کو سمجھا، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ان حضرات نے اس کی فضیلت کو اسرائیلی روایات سے سمجھا ہے۔

راقم عرض کرتا ہے کہ اسرائیلی روایات کا شوشہ محض شوشہ ہی ہے، اس کی فضیلت کی روایات آپ کے سامنے ہیں، ہاں علامہ رجب نے یہ خبر ضرور دی ہے کہ اکثر علماء حجاز مثلاً عطاء اور ابن ابی ملیکہ اس کا اہتمام نہیں کرتے تھے، نیز عبدالرحمٰن بن ابی زید بن مسلم نے فقہاء مدینہ سے بھی یہی بات نقل کی ہے۔ (ص: ۱۳۵)

اخیر میں علامہ ابن رجب بطور نتیجہ کے تحریر فرماتے ہیں:

“پس مومن کے لئے مناسب ہے کہ اس رات میں اللہ کا ذکر، عفو و مغفرت، ستر عیوب اور رنج و غم کے دور ہونے کی دعا کے لئے فارغ ہو، اور گناہوں سے توبہ کرے کیونکہ اللہ اس میں گناہوں سے توبہ قبول فرماتے ہیں۔

پندرہویں شب شریف میں نماز کے لئے بیدار رہو، اس ماہ کا اشرف ترین حصہ یہی پندرہویں شب ہے، بہت سے جوان یہ شب اطمینان سے گزارتے ہیں، حالانکہ ان کی موت کا پروانہ تیار ہو چکا ہے، اس کے ختم ہونے سے پہلے اچھے کاموں کو جلداز

جلد کرڈالو، اور موت کے اچانک حملہ کردینے سے ڈرو، اس دن اللہ کے لئے روزہ رکھو اور اچھی امید رکھو، تاکہ تکلیف کے وقت اس کے لطف وکرم کو حاصل کرسکو۔ (لطائف المعارف، ص:۱۳۶)

امام ابن تیمیہؒ کا ارشاد:

امام ابن تیمیہؒ ارشاد فرماتے ہیں: ''شعبان کی پندرہویں شب کی فضیلت میں متعدد احادیث اور آثار وارد ہیں، اور سلف کی ایک جماعت کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اس رات میں نمازیں پڑھا کرتے تھے، تو اگر لوگ تنہا تنہا اس رات میں نماز پڑھیں تو ان کیلئے نمونہ پچھلے زمانے میں گزر چکا ہے، اور ان کے لئے اس میں دلیل موجود ہے، اس لئے اس جیسے عمل کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ، ج:۲۳، ص:۱۳۲)

امام ابن تیمیہ سے شب برأت کی نماز کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ اگر تنہا آدمی اس رات میں نماز پڑھے یا کسی مخصوص جماعت کے ساتھ پڑھے، جیسا کہ سلف کی ایک جماعت کرتی تھی، تو یہ بہتر ہے، لیکن مسجدوں میں اجتماعی طور پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا، جیسا کہ بعض مقامات پر اس طرح جماعت ہوتی ہے کہ سو رکعت پڑھتے ہیں اور ان میں ہزار مرتبہ سورہ اخلاص پڑھتے ہیں، اور ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں تو یہ بدعت ہے، اس کو کسی نے مستحب نہیں قرار دیا ہے۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ، ج:۲۳، ص:۱۳۱)

اتنی احادیث وآثار اور علماء کے فتاوے اور ارشاد کے بعد مزید بحث کی گنجائش نہیں رہتی، اور یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ شب برأت کوئی بے اصل چیز نہیں ہے، بلکہ یہ رات اور یہ دن ایک خاص شان کے ساتھ متصف ہے، بلکہ شعبان کا پورا مہینہ ہی خاص اہتمام کا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس ماہ کا خاص اہتمام کیا ہے، اور احادیث سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اس کی فضیلت کا مرکزی نقطہ پندرہویں شب ہے، کیونکہ ۱۵؍ کے بعد

رمضان کی تیاری کے لئے بعض روایتوں میں روزہ کی ممانعت کردی گئی ہے، گویا نصف شعبان تک فضیلت کا حق یہ ہے کہ عبادت کی کثرت اور روزہ کا اہتمام کیا جائے، اور ۱۵ر کے بعد رمضان کے فرض روزوں کا حق یہ ہے کہ اس حصہ میں روزے موقوف کردیئے جائیں تاکہ رمضان میں کسی طرح کا ضعف نہ پیدا ہو۔

ماہ شعبان کی فضیلت:

حضرت اسامہ بن زید ؓ سے مروی ہے، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں شعبان میں جتنا روزہ رکھتے آپ کو دیکھتا ہوں اور کسی مہینہ میں اتنا نہیں دیکھا، فرمایا کہ رجب اور رمضان کے درمیان یہ ایسا مہینہ ہے جسے لوگ غفلت میں گزار دیتے ہیں، حالانکہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں رب العالمین کے دربار میں اعمال کی پیشی ہوتی ہے، میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال کی پیشی اس حال میں ہو کہ میں روزے سے ہوں۔

حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ پورے شعبان کا روزہ رکھتے تھے، میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! روزہ رکھنے کے لئے آپ کے نزدیک سب سے پسندیدہ جو مہینہ ہے وہ شعبان ہے، آپ نے فرمایا اس ماہ میں اللہ تعالیٰ اس سال ہر مرنے والے کا نام لکھ دیتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ میری اجل لکھی جائے تو میں روزے کی حالت میں ہوں۔ (اس روایت کی سند حسن ہے)

الترغیب والترہیب، ج:۲، ص:۱۱۶/۱۱۷

اس حدیث کا مضمون دیکھئے اور حضرت عطاء بن یسار کا وہ اثر دیکھئے جو نمبر ۱۳ پر گذرا ہے، مضمون دونوں کا ایک ہے۔

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب شعبان نصف ہو جائے تو اس کے بعد روزہ نہ رکھو۔

یہ حدیث اول الذکر دونوں سے الگ معلوم ہوتی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ

دونوں کا محل الگ الگ ہے، پہلی دونوں حدیثوں میں رسول اللہ ﷺ کا عمل ہے، اور آپ کو روزہ رکھنے کی جیسی قدرت تھی سب جانتے ہیں، تو آپ بر بنائے طاقت پورے ماہ شعبان کا روزہ رکھتے تھے، اور شعبان کا مہینہ ایسا ہی متبرک ہے کہ اس میں کثرت سے روزہ رکھا جائے، کیونکہ اس ماہ میں اعمال کی پیشی دربار خداوندی میں ہوتی ہے، اور ہر نفس کی موت اسی ماہ میں لکھی جاتی ہے، پس مناسب ہے کہ آدمی زیادہ تر روزہ دار رہے۔

لیکن کم طاقت کا آدمی اگر پورے ماہ روزہ رکھ لے تو اندیشہ ہے کہ رمضان میں کمزوری کا شکار ہو کر تھک ہار جائے گا، حالانکہ رمضان کا روزہ فرض ہے، اس لئے بطور شفقت کے آپ نے نصف شعبان کے بعد روزہ سے منع فرمادیا، تاکہ رمضان میں ضعف نہ ہو۔

صاحب بذل المجہود نے حضرت ملا علی قاریؒ کا قول نقل کیا ہے کہ **والنهي للتنزيه رحمة على الامة أن يضعفوا عن القيام بصيام رمضان على وجه النشاط** ۔ (ج:۳، ص:۳۴۴) (نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کی) یہ ممانعت نہی تنزیہی پر محمول ہے، اور یہ آپ نے امت کے حق میں مہربانی کی وجہ سے منع فرمایا کہ رمضان کے روزوں میں جو نشاط درکار ہے کہیں اس میں فتور نہ پڑ جائے۔

بہر حال ان احادیث سے شعبان کی خاص فضیلت معلوم ہوتی ہے، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عام امت کو چاہئے کہ ۱۵ر شعبان تک روزے وغیرہ کا اہتمام کریں، اس کے بعد رمضان کی تیاری میں روزہ نہ رکھیں، جب یہ بات ہے تو کیا عجب کہ امت کے حق میں شعبان کی پندرہویں شب اور پندرہویں کے روزہ کو ان فضائل و برکات اور پیشی اعمال اور نسخ آجال کا مرکزی نقطہ بنادیا ہو، اور اس کی وجہ سے اس شب و روز کی اہمیت کچھ اور بڑھ گئی ہو، ورنہ تو پورا شعبان ہی اہم ہے۔

خلاصۂ کلام:

بہر کیف شعبان کا پورا مہینہ خصوصاً اس کا درمیانی حصہ خاص اہمیت کا حامل ہے، اور احادیث میں یہ خصوصیت واہمیت اس لئے بیان کی جاتی ہے کہ اللہ کے بندے تھوڑی سی محنت کر کے اور کچھ حق بندگی ادا کر کے اللہ تعالیٰ کے یہاں زیادہ اجر وثواب کے مستحق ہوسکیں، اور ہوسکتا ہے جب زندگیوں کی تبدیلی ان ایام میں بالخصوص پندرہویں شب میں لکھی جاتی ہے، تو گناہگاروں کی زندگی بھی نیکی وطاعت میں بدل دی جائے۔

تنبیہ اول: ہاں یہ ضرور خیال رکھنا چاہئے کہ ان مقدس اوقات کو لہوولعب، سیر وتفریح، کھانے پینے اور گناہ کے کاموں میں برباد نہیں کرنا چاہئے، اس موقعہ پر مسلمانوں کے درمیان جو غلط اور بدعت کی قبیل کی چیزیں رائج ہوگئی ہیں، ان سے بالکلیہ احتراز کرنا واجب ہے، مثلاً پٹاخے چھوڑنا، چراغاں کرنا، عمدہ عمدہ کھانے اور حلوہ پکانا، قبرستانوں میں میلہ لگانا وغیرہ غلط امور ہیں، بدعت ہیں، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔

تنبیہ ثانی: حدیث نمبر ۹ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں ارشاد ہے کہ: **إذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا يومها الخ**، اس حدیث کے بارے میں بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ روایت موضوع (گھڑی ہوئی) ہے، کیونکہ اس کے ایک راوی ابوبکر بن سبرہ پر الزام ہے کہ وہ حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ اس حدیث پر تفصیلی کلام محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ کے مضمون میں ملاحظہ کریں۔

ناظرین کرام! یہ سطور شب برأت کے موضوع پر انصاف پسند حضرات کے لئے انشاء اللہ کافی ہوں گی، لیکن تعصب وعناد اور ضد کے سامنے تمام دلائل ہیچ ہیں۔ اللہ تعالیٰ صحیح فہم نصیب فرمائیں۔

☆☆☆☆☆

شب برأت میں اللہ کے رسول ﷺ کا عمل

مشہور محدث حافظ عبد العظیم بن عبد القوی منذری علیہ الرحمہ نے اپنی مشہور کتاب ''الترغیب والترهیب'' میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت نقل کی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ:

عن عائشة رضى الله عنها قالت : قام رسول الله ﷺ من الليل فصلىٰ فأطال السجود حتىٰ ظننت أنى قد قبض ، فلما رأيت ذٰلک قمت حتىٰ تحرکت ابهامه فتحرک فرجعت فسمعته يقول فى سجوده : أعوذ بعفوک من عقابک أعوذ برضاک من سخطک وأعوذ بک منک إليک لاأحصى ثناءً عليک أنت کما أثنيت علىٰ نفسک فلما رفع راسه من السجود وفرغ من صلوته قال ياعائشة أو يا حميراء أظننت أن النبى ﷺ قد خاس بک قلت: لا والله يا رسول الله ولٰکننى ظننت أنک قبضت لطول سجودک فقال : أتدرين أىُّ ليلة هٰذه؟ قلت الله ورسوله أعلم، قال : هٰذه ليلة النصف من شعبان، إن الله عزوجل يطلع علىٰ عباده فى ليلة النصف من شعبان فيغفر للمستغفرين ويرحم المسترحمين ويؤخر أحل الحقد کماهم رواه البيهقى من طريق العلاء بن الحارث عنها، وقال: هٰذا مرسل جيد يعنى العلاء لم يسمع من عائشة ،والله سبحانه أعلم ۔

رسول اللہ ﷺ رات میں نماز کے لئے کھڑے ہوئے، اس نماز میں آپ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے اندیشہ لاحق ہوا کہ شاید آپ کا وصال ہوگیا، یہ خیال آیا تو میں نے اٹھ

کر آپ کے انگوٹھے کو ہلایا، تو اس میں حرکت پیدا ہوئی، تب مجھے اطمینان ہوا، اور میں اپنی جگہ لوٹ آئی، میں نے سنا کہ آپ سجدے میں یہ دعا کر رہے تھے:

أعوذ بعفوک من عقابک و أعوذ برضاک من سخطک وأعوذ بک منک إلیک لاأحصی ثناءً علیک أنت کما أثنیت علیٰ نفسک ،اے اللہ! میں آپ کے عذاب سے آپ کی درگزر کی پناہ میں آتا ہوں، اور میں آپ کی ناراضگی سے آپ کی رضا کی پناہ میں آتا ہوں، اور آپ سے آپ ہی کی پناہ میں آپ ہی طرف آتا ہوں، میں آپ کی پوری حمد وثناء نہیں کرسکتا، آپ کی شان وہی ہے جو خود آپ نے بیان فرمائی ہے۔

پھر آپ نے جب سجدے سے سر اٹھایا، اور نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا اے عائشہ! یا یہ فرمایا اے حمیرا! کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ نبی (ﷺ) نے تمہارے ساتھ بے وفائی کی، میں نے عرض کی، نہیں، اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول! مجھے تو آپ کے طویل سجدے کو دیکھ کر اندیشہ ہوا تھا کہ شاید آپ کا وصال ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ یہ کون سی رات ہے؟ میں نے عرض کی کہ اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، فرمایا یہ ۱۵ر شعبان کی رات ہے، اس رات میں اللہ تعالیٰ بندوں پر خصوصی توجہ فرماتے ہیں، مغفرت چاہنے والوں کی مغفرت فرماتے ہیں، رحم وکرم مانگنے والوں پر رحمت فرماتے ہیں اور کینہ پروروں کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔

امام منذری فرماتے ہیں اس کو امام بیہقی نے علاء بن حارث کے طریق سے روایت کیا ہے، یہ روایت ’’جید مرسل‘‘ ہے، مرسل کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علاء نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے براہ راست سماعت نہیں فرمایا ہے، لیکن اس کی سند معتبر ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ:

(۱) پندرہویں شعبان کی رات میں رسول اللہ ﷺ نے نماز کا خصوصی اہتمام فرمایا۔ اس کی دلیل آپ کا غیر معمولی طویل سجدہ ہے۔

(۲) اس رات میں دعا کا خاص اہتمام آپ نے فرمایا۔

(۳) پھر اس کی اہمیت بتلانے کے لئے آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

عنہا سے دریافت فرمایا کہ یہ کون سی رات ہے؟ آپ کے منشاء کو حضرت عائشہؓ نے سمجھا، اسی لئے یہ جواب نہیں دیا کہ یہ پندرہویں شب ہے، بلکہ اللہ ورسول کے علم پر محمول فرمادیا کہ کوئی نیا علم حاصل ہوگا، آپ ﷺ جب صحابۂ کرام ؓ کو نیا علم عطا فرمانا چاہتے تھے تو اسی طرح سوال فرماتے تھے اور صحابہ آپ کی منشاء مبارک پا کر اللہ ورسول اللہ کے علم کے حوالہ کردیتے تھے۔

(۴) آپ نے اس رات کی خاص چیز یہ بیان فرمائی کہ اللہ اپنے بندوں پر اس رات میں خاص عنایت واکرام فرماتے ہیں، اس رات میں جو بھی مغفرت مانگتا ہے اسے بخش دیتے ہیں، اور جو رحمت کا طالب ہوتا ہے اس پر رحمت فرماتے ہیں، یہ صرف خبر نہیں ہے، اللہ ورسول کے کلام کی خبر برائے خبر نہیں ہوتی، بلکہ ترغیب وترہیب کے لئے ہوتی ہے، اس حدیث میں اس بات کی ترغیب ہے کہ بندے اس رات کو غنیمت جانیں، نمازیں پڑھیں، اپنے پروردگار سے اپنے گناہوں اور اپنی خطاؤں کی معافی مانگیں، رحمت خداوندی کی درخواست کریں، آج کی رات قبولیت ورحمت کی رات ہے، اس سے بڑا کون محروم ہوگا جس کو رحمت ومغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ خود بلائیں اور وہ منہ موڑ کر بھاگے۔

(۵) اس حدیث میں قبولیت دعا سے ایک شخص کی محرومی کی خبر دی گئی ہے، وہ جو کینہ پرور ہو، کینہ اور دشمنی جو اللہ کے لئے نہ ہو، ایسی زبردست نجاست ہے کہ جو قلب اس میں ملوث ہے اس سے نکلی ہوئی دعا بارگاہ قبولیت تک پہونچنے سے روک دی جاتی ہے، یہ تنبیہ ہے کہ مسلمان اپنے دل کو کینہ اور نفرت وعداوت سے خالی رکھے۔

بعض روایات میں کچھ اور محروموں کا بھی تذکرہ ہے، ان میں ایک مشرک ہے ، دوسرے مشاحن (ایک دوسرے میں لڑائی کرانے والا) تیسرے شراب کا عادی، چوتھے ٹخنوں سے نیچے لنگی یا پاجامہ لٹکانے والا (پاجامہ کے حکم میں پتلون بھی ہے) پانچویں والدین کو ستانے والا، یہ سب لوگ بھی شب برأت کے محروموں میں ہیں۔

حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی مدظلہ کی دیگر تصانیف جو

فرید بک ڈپو دہلی سے شائع ہو چکی ہیں۔

(۱) تذکرہ شیخ ھالیجویؒ:

سندھ کے معروف شیخ طریقت و عالم اور مجاہد فی سبیل اللہ حضرت مولانا حماد اللہ صاحب ہالیجوی کا مفصل تذکرہ۔ صفحات: ۲۲۴، قیمت ۵۶/روپئے

(۲) کثرتِ عبادت عزیمت یا بدعت؟

کثرت عبادت کو بدعت کہنے والوں کیلئے نہایت مُسکت اور شافی جواب! قیمت ۲۸/روپئے

(۳) قتل ناحق قرآن وحدیث کی روشنی میں:

اس میں قتل ناحق کی قباحت وشناعت، خون مسلم کی حرمت وعظمت اور قتل ناحق کی سزا وغیرہ کو نہایت تفصیل سے قرآن وحدیث، آثار صحابہ اور سلفِ صالحین کے واقعات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

(۴) سفرِ حج بے اعتدالیاں اور ان کی اصلاح؟

آج کل سفر حج سے پہلے، اس کے دوران اور بعد میں جن بے اعتدالیوں اور غیر شرعی امور کا ارتکاب ہو رہا ہے، اس رسالہ میں ان کی نشاندہی کر کے اصلاح کی سعی کی گئی ہے۔

(۵) اخلاق العلماء

رسالہ ''اخلاق العلماء'' امام ابوبکر محمد بن حسین آجری المتوفی ۳۶۰ھ کا ترجمہ۔ جس کے مطالعے سے طبیعتوں میں اخلاص، یقین اور خوف آخرت پیدا ہوتا ہے۔ علماء کیلئے خاص چیز!

(۶) دینداری کے دو دشمن: حرصِ مال وحب جاہ

علامہ ابن رجب حنبلی کے رسالہ ''ماذئبان جائعان الخ'' کا ترجمہ، جس میں حرص مال وحب جاہ کی تباہ کاریوں اور اس کے مضرات کا نہایت تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

(۷) تکبر اور اس کا انجام

تکبر کی قباحت وشناعت پر قرآن وحدیث کی روشنی میں نہایت مفصل کلام!

(۸) فتنوں کی طغیانی

ٹی۔ وی پر ایک فکر انگیز تحریر!

(۹) اهل حق اور اهل باطل کی شناخت

حدیث ماأنا علیه و اصحابی کی نہایت عمدہ تشریح!

(۱۰) تصوف ایک تعارف!

تصوف کا بہترین تعارف اور اس کی اہمیت وضرورت پر پانچ مضامین کا مجموعہ!

(۱۱) خواب کی شرعی حیثیت

خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے، اس کا شرعی حکم کیا ہے، اس پر ایک مفصل تحریر!

(۱۲) تعویذات وعملیات کی شرعی حیثیت

قرآن وحدیث، آثار صحابہ اور اقوال سلف کی روشنی میں تعویذات وعملیات کی شرعی حیثیت کو اجاگر کیا گیا ہے

(۱۳) ۔۔۔۔۔کھوئے ہوؤں کی جستجو

مختلف شخصیات پر لکھے گئے مضامین کا مجموعہ، صفحات: 616 قیمت: 200

(۱۴) بطوافِ کعبہ رفتم ۔۔۔ (سفرنامۂ حج)

حرمین شریفین (مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ) کے سفر کی روداد، صفحات: 360 قیمت: 100

(۱۵) حیاتِ مصلح الامت

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب اعظمی کی مفصل سوانح، صفحات: 528 قیمت: 150

(۱۶) مدارسِ اسلامیہ، مشورے اور گزارشیں

مدارس سے متعلق مضامین کا مجموعہ، صفحات:: 80 قیمت 240